امن و اطمینان سے بہرہ ور رہیں کیونکہ ہوسا قوم فطرتاً تجارت پسند تھی اور تجارت اُس کا پیشہ تھا۔ اس لیے وہ دشمن تک سے پُرامن تعاون کو ترجیح دیتی تھی۔ اٹھارھویں صدی کے وسط میں اُن علاقوں میں اسلامی دعوت کمزور ہوگئی۔ مگر کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے فولانی قبائل کے اندر عثمان دان فودیو کی شخصیت پیدا کر دی جس نے اسلام کو ازسرِنو زندہ کر دیا۔

فولانی اقتدار فولانی قبائل کی اصل کے بارے میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے لیکن اس امر پر تقریباً تمام متفق ہیں کہ یہ قبائل مصر کے بالائی حصے سے آئے اور بحرِ اطلانتک تک پھیل گئے۔ بعض شمالی نائیجیریا کے علاقے میں آباد ہوگئے اور بعض سینی گال تک پہنچ گئے۔ ان میں سے جو شہری آبادیوں میں بسے وہ ہوسا قبائل کے ساتھ میل جول اور شادی بیاہ کی وجہ سے حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ ان قبائل کو FULANIC GIDDA کہا جاتا ہے، یعنی مخلوط فولانی۔ اور جو قبائل صحرا میں اترے اور ہوسا قبائل سے نہ ملے، وہ نسب میں رہے مگر اسلام کی روشنی سے بہرہ ور نہ ہوسکے۔ ان کو "کادہ فولانی" کہتے ہیں، یعنی فولانی چرواہے۔ ہوسا قوم نے جب اسلام کی اشاعت میں غفلت برتی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری قوم یعنی مخلوط فولانی قوم کو اس کام کے لیے کھڑا کر دیا۔

فرانس مور نے ۱۷۳۰ء میں فولانی قبائل کے مسکن، دریائے گامبیا کے کنارے دیکھے ہیں۔ اس کا بیان ہے: یہ قبائل دریا کے کنارے پھیلے ہوتے ہیں۔ عربوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اکثریت عربی زبان بولتی ہے کیونکہ مدارس میں عربی پڑھائی جاتی ہے۔ ان میں ایک عوامی زبان بھی رائج ہے جسے فولی کہتے ہیں۔ ان کو جب کوئی حکمران ستاتا ہے تو یہ اپنے شہر منہدم کر کے دوسرے علاقوں کا رُخ کر لیتے ہیں۔ ان کے اپنے سردار ہیں جو ان پر عدل و انصاف سے حکومت کرتے ہیں۔ فولانی بڑے چُست و چالاک اور ہوشیار ہوتے ہیں۔ اقتصادیات میں ترقی یافتہ ہیں۔ گندم اور روئی کی کاشت کرتے ہیں جو ان کی ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے۔ اُسے نہایت مناسب داموں بیچ دیتے ہیں۔ سخاوت میں مشہور ہیں۔ جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی جماعت کا کوئی فرد غلام بنا لیا گیا ہے تو سب مجتمع ہو کر اُسے آزاد کروا دیتے ہیں۔ "فولانی قبائل کے پاس گندم وافر ہونے کی وجہ سے وہ کسی کو تنگ حال نہیں رہنے دیتے۔" (ن رسیدۃ)

اندھے اور اپاہج کی خصوصی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ان کے اور تندرست نوجوانوں کے درمیان پوری مساوات رکھتے ہیں۔ ان میں کبھی کوئی غضبناک نہیں ہوتا اور نہ کسی دوسرے سے دشنام طرازی کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہے۔ شجاعت اور استعمال اسلحہ کی مہارت میں ان کی شہرت ہے۔ تیراندازی اور نیزہ بازی کے فن میں یکتا ہیں۔ بعض اوقات بندوقوں کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ یہ لوگ خالص اور پکے مسلمان ہیں۔ شراب نوشی یا کسی اور نشہ آور چیز کا ارتکاب نہیں کرتے"[1]

یوربا دور | انیسویں صدی کے نصف اول میں جب یورپی اقوام بلادِ نائیجیریا کے اندرونی حصوں کی تلاش کر رہی تھیں تو اس وقت نائیجیریا کی کھلی آبادیوں میں نیگرو اقوام یا مراکشی الاصل قبائل آباد تھے جو مسلمان تھے اور طاقتور متمدن ریاستوں کے بانی تھے۔ ان قبائل میں سے جنوبی نائیجیریا کی یوربا (YORBA) قوم ہے۔ ان قبائل کی اصل کے بارے میں متعدد اقوال ملتے ہیں، مگر یہ چیز متفق علیہ ہے کہ یہ خالص نیگرو نہیں ہیں بلکہ مخلوط النسل ہیں۔ اور یہ دعویٰ بھی درست ہے کہ سوڈان کے تمام قبائل اسی قوم کی شاخیں ہیں۔ یوربا مملکت مشرق میں دریائے نیجر کے دہانے سے لے کر مغرب میں داہومی تک محیط تھی۔ اسلام کی شعاعیں شمالی جانب سے فولانی مسلمانوں کے ذریعہ اس قوم تک پہنچیں۔ یوربا کے ایک حکمران افونگا نے ایک ایسے فقیہ کی تلاش میں آدمی بھیجے جو حکومت میں اُس کا مشیر ہو۔ یہ خبر سنتے ہی ہوسا قبائل کے متعدد علماء و فقہا جنوبی نائیجیریا پہنچنے لگے۔ افونگا نے ان علماء کو فوج میں اقتدار بخشا اور فتوحات میں ان سے مدد لی۔ ان کے ذریعہ سے فولانی قبائل کو یوربا قبائل میں نفوذ حاصل ہوا اور اسلام کو فروغ نصیب ہوا۔ انیسویں صدی کے آخر میں برطانیہ کا دخل شروع ہوا۔ ۱۸۹۵ء میں یوربا کی تمام ریاستیں لاگوس کے گورنر کے تحت ہوگئیں۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ہوسا قبائل نے جنوبی نائیجیریا کے بُت پرست قبائل کے اندر دوبارہ دعوتِ اسلامی کی اشاعت کی۔ برطانوی استیلاء سے پہلے یوربا کی شہری آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ فولانی قبائل جب اپنی زراعتی سرگرمیوں کی وجہ سے دیہاتوں میں بھی آباد ہونے لگے تو دیہی آبادیوں میں بھی اسلام کا فروغ شروع ہوگیا۔ جنوبی نائیجیریا کی ایجیبو ریاست ۱۸۹۳ء میں اسلام میں

---

[1] FRANCES MOORE, TRAVELS IN THE INLAAD PART , OF AFRICA PP 75-77

داخل ہوگئی۔ سر تھامس آرنلڈ نے ایک سیاح کی رپورٹ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سیاح نے مملکت ایجیبو کے ایک قصبہ کے اندر بیس مسجدیں دیکھیں، اور ایک دوسرے قصبہ میں دس۔ اسلام ان اقوام میں برق رفتاری کے ساتھ پھیل گیا۔ خاص طور پر دریائے نیجر کے جنوبی کنارے کی آبادیاں خالص اسلامی آبادیوں میں تبدیل ہوگئیں۔ یہاں تک کہ اِدّہ (EDDAH) کے زیریں حصّوں میں ایک بھی بستی بُت پرستوں کی باقی نہ رہی۔ اِدّہ دریائے نیجر کے کنارے ایک شہر ہے اور شمالی نائیجیریا کی جنوبی حُدود سے ملتا ہے[1]۔

مملکت برُنو | برنو، ہوسا کے مشرق میں تھا۔ برنو کا سب سے بڑا قبیلہ کانوری تھا جس کی تعداد ۱۲ لاکھ تھی۔ یہ قبیلہ عرب اور نیگرو خون سے مخلوط تھا۔ برنو کانم امپائر کا ایک صوبہ تھی۔ مملکت برُنو کے پاس بڑی منظم فوج تھی جس میں ترکی بندوقیں استعمال ہوتی تھیں۔ یہ پُوری مملکت مسلمان تھی۔ ۱۸۰۸ء میں فولانی سردار عثمان دان فودیو نے اس مملکت پر چڑھائی کی۔ مگر محمد الکانمی نامی نے اسے شکست دی۔ محمد الکانمی خود ایک عالم تھا۔ ۱۹۰۰ء میں جب فرانسیسیوں نے برُنو میں قدم رکھا تو اُس وقت ایک مصری گورنر "العبد رابح" حکومت کر رہا تھا۔ ہوسا کی طرح مملکتِ برنو میں بھی اسلامی احکام کی عملداری تھی۔ اگرچہ بعض نئے ٹیکس بھی جاری کیے گئے تھے مثلاً "ہاکو بنیرام ٹیکس" (یعنی انکم ٹیکس) مگر اسلامی شریعت کے نفاذ کا پورا پُورا اہتمام کیا گیا۔

مملکت کانم | یہ بحیرۂ چاڈ کے شمال مشرق میں تھی۔ مملکت کانم میں اسلام مصر کے راستے سے پہنچا۔ گیارھویں صدی عیسوی میں جب یہاں کے لوگ مسلمان ہوگئے تو مملکت کانم ایک زبردست اسلامی ریاست کی حیثیت اختیار کر گئی۔ اور اس کے اقتدار کے ڈانڈے مصر اور نوبہ کی سرحدوں تک تمام مشرقی سوڈان کے قبائل سے مل گئے۔ کانم کا سب سے پہلا مسلمان حکمران گیارھویں صدی کے اواخر یا بارھویں صدی عیسوی کے نصف میں گزرا ہے۔ اندلس کا نامور جغرافیہ دان ابوعبیداللہ البکری گیارھویں صدی میں موجود تھا۔ اُس کا بیان ہے کہ یہ مملکت اُس کے عہد میں مغرب میں دریائے نیجر تک تھی۔ ہوسا کے کچھ حصے بھی

---

[1] الدعوۃ الی الاسلام (عربی ترجمہ پریچنگ آف اسلام)، ص ۲۷۵-۲۷۶

اس میں شامل تھے۔ اہلِ کانم تونس کی حفصی حکومت سے بھی مدد لیتے رہے ہیں۔ بارھویں صدی کے اختتام تک اہل کانم نے تمام صحراء کو فتح کر لیا تھا۔ ۱۲۳۷ء میں کانم نے تونس میں اپنی سفارت قائم کی۔ اگلی صدی میں اس کی طاقت دوگنی ہوگئی۔ چودھویں صدی میں یہ مملکت ضعف کا شکار ہوگئی۔ عمر بن ادریس سلطان کانم نے مجبوراً دارالحکومت بحیرۂ چاڈ کے مغرب میں منتقل کر دیا اور بلاد برنو میں سکونت اختیار کرلی۔ اس کے بعد مملکت کانم کا نام مملکت برنو مشہور ہوگیا۔

قلقشندی نے لکھا ہے:

اہلِ کانم کی جنسِ تبادلہ "دَندی" نام کا ایک کپڑا ہے جو ان کے ملک میں تیار ہوتا ہے۔ اس کے ایک ٹکڑے کا طول دس گز ہوتا ہے۔ ریشم، تانبا اور کاغذ کی بھی تجارت کرتے ہیں مگر ان چیزوں کا نرخ "دَندی" میں لگاتے ہیں۔ کانمی امام مالک کے مذہب کے پیرو ہیں۔ مالکی مذہب کی عظیم الشان تعلیم گاہ قائم کر رکھی ہے جو دراصل اسلامی تعلیم و تربیت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ کانمی فوج منہ کو ڈھانک کر رکھتی ہے۔ اور جذبۂ جہاد اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے[۵]۔"

نیگرو اقوام پر اسلام کے اثرات مذکورہ بالا مملکتوں میں دو طرح کی نسلوں کا ذکر ہوا ہے۔ ایک وہ نسل جو شمالی افریقہ سے آکر ان علاقوں میں آباد ہوتی ہے، وہ سفید نسل کہلاتی ہے۔ دوسری وہ جو اصل آبادی ہے اور سودانی (نیگرو) نسل کہلاتی ہے۔ یہ سیاہ فام نسل ہے۔ اسلام نے نیگرو نسل کی اجتماعی زندگی پر بڑے دُور رس اثرات ڈالے۔ اسلام کی نظر میں رنگ اور نسل کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اسلامی معاشرہ پر اخوت، مساوات اور اسلامی تہذیب کی حکمرانی ہوتی ہے۔ ان مقدس اصولوں نے نیگرو اقوام کو اپنی قدیم روایات اور وحشیانہ عادات کو ترک کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور تہذیب کے میدان میں انہیں ذہنی، اخلاقی اور مادی لحاظ سے وہی ترقی نصیب ہوئی جو عربی اور دوسری سفید فام اقوام کو ہوئی۔ بوسورتھ اسمتھ نے اس حقیقت کو نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے:

"نیگرو اقوام میں اسلام کی اشاعت کے بعد، ان کی قبیح ترین عادات، مثلاً آدم خوری، انسانی

---

[۵] صبح الاعشیٰ ج ۵ ص ۲۸۰ - ۲۸۱

قربانی، اولاد کو زندہ درگور کرنا، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یکایک محو ہوگئیں۔ نیگرو باشندے جو اسلام سے پہلے برہنہ یا نیم برہنہ زندگی بسر کرتے تھے لباس کا استعمال سیکھ گئے۔ بلکہ لباس میں بھی نفاست اور عمدگی کا معیار بلند کر دیا۔ جو نیگرو باشندے زندگی بھر نہ نہاتے تھے، انہوں نے نہانا شروع کر دیا بلکہ کثرت سے نہانے لگے۔ کیونکہ اسلامی شریعت طہارت اور پاکیزگی کی تاکید کرتی ہے۔ یہ لوگ اب کسی معقول وجہ کے بغیر لڑتے جھگڑتے نہ تھے۔ لوٹ کھسوٹ اور چوری بھی شاذ و نادر رہ گئی۔ لوگوں کے جان و مال محفوظ ہو گئے۔ ان میں تعلیمی ادارے قائم ہو گئے۔ اگر ان تعلیمی اداروں میں صرف ناظرہ قرآن ہی پڑھایا جاتا تو بھی ان مدارس کا بڑا کارنامہ ہوتا۔ مگر اس سے بڑھ کر ان میں علوم کو ترقی نصیب ہوتی۔ نیگرو بستیوں میں کریہ المنظر بت خانوں کے بجائے مسجدیں بستیوں کا مرکز قرار پاگئیں جو نہایت صاف ستھری اور مزین و مستحکم ہوتی تھیں۔ ان میں پانچ مرتبہ اذان ہوتی، تمام لوگ قبلہ رُخ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے، ان کا انتظام امام اور خطیب کے ہاتھ میں تھا۔ نیگرو باشندوں کو پہلے جن چیزوں کی پرستش کی تلقین کی جاتی تھی اس کی جگہ اب اُن پر ایسے خدا کی عبادت کا ذوق چھا گیا جو واحد ہے، قہار ہے، ہر جگہ موجود ہے، دانا و بینا ہے، رحیم و مہربان ہے۔ ان کی صنعتوں نے ترقی کی۔ ان کی تجارتیں چمکیں۔ اور تجارت بھی گونگے مبادلۂ اجناس (DUMB BARTER) کی شکل میں نہ رہی، نہ خام اجناس کے تبادلہ کا وہ طریقہ رہا جو ہیروڈوٹس کے بیان کے مطابق افریقہ کے قدیم ترین ادوار میں پایا جاتا تھا۔ ان کی صنعتیں مہارت و فن کا بے مثال نمونہ تھیں۔ ان کی تجارت منظم اور پائیدار اصولوں پر قائم تھی۔ نہایت پُرامن اور ترقی یافتہ سوسائٹیاں نیگرو آبادیوں میں وجود میں آگئیں۔ یہ اُس نظام صنعت و تجارت اور اُس نظام حکومت کی بدولت ہُوا جو اسلام لے کر آیا تھا۔ . . . . جہاں تک ان کی انفرادی زندگی کا تعلق ہے، اسلام نو مسلم زنگیوں میں جد و جہد، خودداری، خود اعتمادی اور احترام ذات کی روح پھونک دیتا ہے۔ یہ خوبیاں ہمیں اُن کے بُت پرست اور مسیحی ہموطنوں میں نظر نہیں آتیں[۱]۔"

اسلامی معاشرے کے اندر افریقی مسلمان کے احساسات اور دین کے ساتھ اُس کے تعلق و اطمینان کو موریل نے اپنی کتاب "نائیجیریا کے باشندے اور مسائل" میں ان الفاظ میں لکھا ہے:

۱؎ BOSWORTH SMITH: THE NINTEENTH CENTURY

"اہل نائیجیریا کے نقطۂ نظر سے اسلام کسی سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ دخولِ اسلام کے ساتھ ساتھ اپنی قومیت سے ہاتھ دھولیں۔ نہ وہ اجتماعی زندگی میں فوق الفطرت تبدیلی کو لازم ٹھیراتا ہے۔ اور نہ وہ خاندان یا اجتماع کے اقتدار کا قصر مسمار کرتا ہے۔ اسلام کے مبلغ اور نومسلم کے درمیان کوئی خلیج حائل نہیں ہوتی۔ وہ ہم رتبہ ہیں۔ انسانی اخوت کا اصول اسلامی سوسائٹی میں عملاً نافذ کیا جاتا ہے۔ اسلام قبول کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے ذاتی حالات، اپنے خاندان کے معاملات اور اپنی اجتماعی زندگی کے مسائل سے دست کش ہو جائے۔ نہ اسلام ملک کے اصل حکمرانوں کے احترام کے منافی ہے۔ ایسا کوئی شخص نہ ملے گا جو نائیجیرین مسلم کے رویّہ سے بلکہ پورے افریقیہ کے مسلمانوں کے رویّہ سے متاثر نہ ہوا ہو۔ افریقی مسلمان کی ظاہری ہیئت ہی یہ غمازی کرتی ہے کہ اُسے اپنی قومیت کا شعور ہے اور اپنی نسل پر فخر ہے۔ آپ سے افریقی مسلمان زبانِ حال سے یہ کہے گا کہ کیا ہوا کہ ہماری زبان ایک دوسرے سے مختلف ہے، بشر ہونے میں تو ہم سب برابر ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو مرتبہ بلند عطا کرتا ہے اور انسانی مرتبہ و مقام کے بارے میں ایسا تصور ان کے دماغ میں پیدا کر دیتا ہے جو تمام کائنات سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اسلام انہیں ہزاروں خرافات و اوہام سے آزاد کر کے خدائے واحد کے آگے جھکا دیتا ہے"[1]۔

تیسرا دور: انفرادی اصلاحی کوششیں | یہ انفرادی کوششوں کا دور ہے۔ اور ۱۷۵۰ء سے شروع ہو کر ۱۹۰۱ء پر ختم ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں علماء و مشائخ طریقت اور اخوان مجاہدین کی جدوجہد کی بدولت اسلام میں نئی زندگی پیدا ہو گئی۔ اٹھارہویں صدی کے اواخر میں جب افریقیہ کے علاقوں میں پروٹسٹنٹ مشنری داخل ہوئے اور کیتھولک کلیسا نے بھی اپنی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا تو مسلمان علماء کو اس کی فکر لاحق ہوئی اور انھوں نے اپنی دعوت و تجدید کے نظام کو از سرِ نو قائم کیا۔ اس دور میں کئی مصلحین اٹھے جن میں سے چند یہ ہیں:

عثمان دان فودیو | اٹھارویں صدی عیسوی کے اختتام کے لگ بھگ ریاست گوبیر کی ایک بستی میں ایک نامور فقیہ پیدا ہوئے۔ ان کا نام عثمان دان فودیو تھا اور ان کا تعلق فولانی قبیلے سے تھا۔ ابتدائی

---

[1] موریل ص ۲۱۶ و ۲۱۷

تعلیم اپنے والد محمد فودی اور اپنی والدہ حوا اور اپنی دادی رقیہ سے حاصل کی۔ تفسیر میں ان کے استاذ مغربی افریقہ کے عالم شیخ احمد بن محمد زنفری اور حدیث میں الحاج محمد بن راجی تھے۔ یہ وہ دور تھا جب کہ ایک طرف ان قبائل میں توحید خالص کا تصور محو ہو رہا تھا، جاہل عوام درختوں اور پتھروں کی تعظیم کر رہے تھے اور انہیں حاجت روا سمجھ رہے تھے اور دوسری طرف ظلم و تشدد کا راستہ اختیار کر چکے تھے، یہاں تک کہ اگر کوئی بادشاہ بیمار ہو جاتا تو موت سے بچنے کے لیے غلام یا لونڈی کو ذبح کرتا اور اسے فدیۂ موت قرار دیتا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ عیسائیت تازہ دم ہو کر افریقہ میں داخل ہو رہی تھی۔ پروٹسٹنٹ مشنری گروہ در گروہ میدان میں اتر رہے تھے کیتھولک چرچ نے بھی اپنی سرگرمیوں کو تیز کر دیا تھا۔ عثمان دان فودیو جب حج بیت اللہ کے لیے گئے تو وہاں انہیں محمد بن عبدالوہاب کے متبعین سے ملاقات کا موقع ملا۔ عثمان دان نے ان کی تحریک توحید کا بڑی دلچسپی سے مطالعہ کیا اور واپس جا کر انہی بنیادوں پر ایک اصلاحی تحریک کی داغ بیل ڈال دی، جس کے پیش نظر صرف عقائد کی اصلاح نہ تھی بلکہ جہاد کے ذریعہ اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں کا سدباب بھی تھا۔ عثمان دان بڑے متقی اور خدا ترس انسان تھے۔ ان کے وعظ و ارشاد کے نتیجہ میں خلق کثیر ان کے ہاتھ پر تائب ہوئی۔ اور ان کی دعوت کے حامیوں کا وسیع حلقہ وجود میں آ گیا۔ انہوں نے اپنے اخلاقی اثر کی بدولت ہوسا کے متفرق اور پراگندہ قبائل کو منظم کیا اور انہیں ایک مضبوط جماعت کی شکل دے دی۔ ۱۸۰۲ء میں گوبیر کے بت پرست بادشاہ باؤ نے گوبیر کی حدود میں عثمان دان کی دعوت کو پھیلتے دیکھ کر اس سے تعرض کیا اور اپنی رعایا کے بعض مسلمان باشندوں پر مظالم توڑنے شروع کر دیئے۔ عثمان دان نے اسے مسلمانوں کو ستانے کی پالیسی سے باز رہنے کا پیغام بھیجا۔ مگر وہ اور غضبناک ہو گیا اور عثمان دان کو دربار میں طلب کیا۔ عثمان دان کے متبعین یہ سنتے ہی گوشے گوشے سے ان کے پاس جمع ہو گئے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی، انہیں "امیر المسلمین" (SARKIN MUSULMAIN) کا لقب دیا، اور بت پرست اقتدار کو ختم کرنے اور اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی ان سے درخواست کی۔ عثمان دان

نے جہاد کا اعلان کر دیا اور مجاہدین کی جماعت کو ہم ادستوں میں منظم کر کے ان کو نصیحت کی کہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں لڑیں۔ عثمان دان نے سکوتو شہر کی بنا ڈالی اور اُسے اپنا مستقل مرکز بنایا اور وہیں سے فتوحات کی تنظیم کی۔ یہ شہر اب بھی شمالی نائیجیریا کے بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے۔

عثمان دان فودیو کا جہاد صرف بُت پرستوں کے خلاف ہی نہ تھا بلکہ اُن مسلمانوں کے خلاف بھی تھا جن کے ہاتھوں دین محض کھلونا بن کر رہ گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے تحریک جہاد و قتال کے ساتھ مسلمانوں کی آبادیوں کے اندر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی زبردست مہم جاری کی۔ یہ مہم بڑی حکمت و تدبر پر مبنی تھی اور تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس کے خوش کُن نتائج برآمد ہونے شروع ہو گئے۔ دس سال کے اندر اندر ہوسا کی تمام مسلمان مملکتیں کانو، کشنہ، دورہ، زاریا، ازین اور کبی کی سلطنتیں عثمان دان کی تحریک جہاد و اصلاح کے زیر اثر آگئیں۔ اور ان کے اندر ایک عظیم الشان اسلامی حکومت وجود میں آگئی۔ عثمان دان نے مذکورہ حکومت کی تنظیم کا کام اپنے بھائی عبداللہ اور اپنے بیٹے محمد بیلو کے سپرد کر دیا اور خود دین کی تعلیم اور دعوت و تربیت کے کاموں میں مشغول رہے۔ ۱۸۱۷ء میں ان کی وفات ہوئی سکوتو میں ان کی قبر موجود ہے۔ عثمان دان کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادے محمد بیلو کو خلافت کی مسند پر بیٹھایا گیا۔

سلطان بیلو کا ابتدائی دور اضطرابات اور فتنوں کا دور تھا کیونکہ بعض قبائل نے شورش برپا کر رکھی تھی۔ لیکن مجاہدین نے اس شورش کو ختم کر دیا اور انہوں نے سلطان بیلو کی اطاعت میں بھی اسی جذبے کا ثبوت دیا جو عثمان دان فودیو کے حق میں دکھلاتے رہے تھے۔ سلطان محمد بیلو کی سلطنت جو "فولانی ریاست" کہلاتی تھی سات بڑے بڑے صوبوں پر مشتمل تھی۔ یہ وہی صوبے تھے جو ماضی میں ہوسا مملکت کا حصہ رہ چکے تھے۔ انگریز لیفٹیننٹ کلیپرٹن ( ) نے ۱۸۲۴ء میں سلطان محمد بیلو سے ملاقات کی تھی۔ جب یہ انگریز لیفٹیننٹ واپس جانے لگا تو سلطان محمد بیلو نے شاہ برطانیہ کے نام اُسے ایک خط دیا جس میں شاہ برطانیہ کو تلقین کی کہ وہ مسلمان رعایا کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آئے۔ سلطان بیلو کے بعد اُس کا لڑکا ابوبکر عتیق جانشین ہوا اور آج تک سکوتو کی حکومت اُسی

خاندان میں متوارث چلی آرہی ہے۔ شمالی نائیجیریا کے وزیراعظم احمدو بیلو مرحوم اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

تقریباً ایک صدی تک فولانی سلاطین نے شمالی نائیجیریا پر عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کی ہے اور بڑی قدرت و قابلیت کے ساتھ مملکت کا نظم و نسق چلایا ہے جس کا اعتراف خود نائیجیریا کے سابق گورنر سرالین برنز نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"یہ سلطنت ایک ایسی ترقی یافتہ حکومت کا نمونہ تھی جو اسلامی نظریہ پر مبنی تھی۔ اس کا نظام مالیات و محاصل انتہائی باریک و منظم تھا۔ اس کی عدلیہ انتہائی تربیت یافتہ اور قابل تھی۔ اس میں اسلامی قانون انتہائی قابلیت، غیر جانبداری اور ایمانداری کے ساتھ نافذ العمل تھا۔

عدلیہ انتظامیہ سے آزاد تھی۔ قضاۃ مالکی مذہب کے مطابق اسلامی شریعت کا نفاذ کرتے تھے۔ حکومت کا نظام قرآن و سنت پر مبنی تھا۔ مسلمان قضاۃ باریک بینی، علمی تبحر اور قانون فہمی میں بڑے نامور تھے۔ ان کے پاس فقہی لٹریچر سے بھری ہوئی الماریاں تھیں۔ حکومت وراثتاً منتقل نہ ہوتی تھی۔ یعنی باپ کے بعد بیٹا از خود جانشین نہیں ہو جاتا تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان ریاستوں کا نظام حکومت اسلامی نظریہ کے مطابق شورائی تھا۔ سربراہ کی مدد کے لیے نائب ہوتا تھا جسے ہوسا زبان میں "وزیری" کہا جاتا تھا۔ وزیر خزانہ کو آگی اور پولیس کے چیف کو "سارکین دوگاری" کہتے تھے[1]۔

عثمان دان فودیو نے دعوت و اصلاح اور جہاد و قتال کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھا۔ مختلف موضوعات پر ان کی تقریباً ۲۰ کتابیں ملتی ہیں۔ بعض موضوعات نہایت اہم ہیں جن کا اندازہ کتابوں کے نام سے ہو جاتا ہے۔ مثلاً اصول الولایۃ۔ احیاء السنہ۔ الجہاد، علوم المعاملۃ المہدی المنتظر، الہجرۃ۔ نصائح الامۃ، شفاء العلیل، عمدۃ العلماء وغیرہ۔ عثمان دان کے بھائی عبداللہ بن فودی بھی مصلح ہونے کے علاوہ بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ علماء کی طرف سے انہیں "نادرۃ الزمان" کا خطاب دیا گیا تھا۔ ان کی تصانیف کی تعداد چار سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ مثلاً تفسیر ضیاء التاویل

[1] الاسلام فی نائیجیریا۔ تالیف آدم عبداللہ الوری